OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://www.arjicc.com

مسلم مسیحی مناظرانہ مباحث میں ابن تیمیہؒ کے مقدمات

Ibn Taymiyyah's Discources in the Muslim-Christian Debate

Syed Adeel Shah
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Al-Hamd Islamic University, Islamabad.

Dr. Sarzamin Khan
Theology Teacher, Government High School, Maina, Malakand.

Muhammad Imran
Mphil Scholar, Department of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.

Received on: 08-08-2024 Accepted on: 14-09-2024

Abstract

Imam Ibn Taymiyyah was blessed by Allah with the best intellectual abilities. He had great intelligence. Therefore, when he had a dialogue or a debate with someone, he used to pile up arguments in support of his position. Therefore, in his life, he had propagated his thoughts well through writing and compilation as well as dialogues. Whenever there is a mention of Imam Ibn Taymiyyah's scholarly interaction with Christians, his book "Al-Jawb al-Sahih Liman Badal Din Al-Masih" is mentioned more often. There is no doubt that Ibn Taymiyyah's book is the best masterpiece of the Muslim stance on Christianity, but his services to Muslim-Christian debates are not limited to this book, but he met with Christians and during these meetings He also had discussions with Christian scholars and monks. There are four of these debates that took place at different places in different times. In these debates, Imam Ibn Taymiyyah discussed the important and basic beliefs of Christians and convinced the Christian scholars through his arguments. These four debates are mentioned in this Article.

Keywords: Imam Ibn Taymiyyah, Islam, Christianity, Debate

تعارف

علامہ ابن تیمیہؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہترین علمی و فکری صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ان میں بلا کی ذہانت تھی۔ اس لیے جب ان کا کسی کے ساتھ مکالمہ یا مناظرہ ہوتا، وہ اپنے مؤقف کی تائید میں دلائل کا انبار لگا دیتے تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنی زندگی میں تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ مناظروں کے ذریعے بھی اپنے افکار کا خوب پرچار کیا تھا۔ عیسائیوں کے ساتھ علامہ ابن تیمیہؒ کے علمی تعامل کا جب بھی ذکر آتا ہے، ان کی کتاب "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" کا زیادہ ذکر کیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن تیمیہؒ کی یہ کتاب عیسائیت سے متعلق مسلم مؤقف کا بہترین شاہکار ہے لیکن مسلم مسیحی مناظرانہ امور سے متعلق ان کی خدمات محض اس کتاب تک محدود نہیں ہیں بلکہ انھوں نے عیسائیوں کے ساتھ ملاقاتیں کیں اور ان ملاقاتوں کے دوران عیسائی علماء اور راہبوں کے ساتھ مناظرے بھی کیے تھے۔ ان میں سے چار

مناظرے ایسے ہیں جو مختلف مقامات پر الگ الگ زمانوں میں ہوئے تھے۔ان مناظروں میں علامہ ابن تیمیہؒ نے عیسائیوں کے اہم اور اساسی عقائد سے متعلق گفتگو کی اور عیسائی علماء کو اپنے دلائل کے ذریعے قائل کر لیا تھا۔اس مقالہ میں ان چار مناظروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ان کا ذکر کرنے سے قبل مناظرے کی مشروعیت، مناظرے سے متعلق ابن تیمیہؒ کا مؤقف، چار مناظروں کی مختصر روداد، ان مناظروں میں ابن تیمیہؒ کی جانب سے پیش کردہ دلائل اور مناظروں کے نتائج پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ مناظرہ و مکالمہ میں انتہائی مہارت اور قابلیت کے حامل تھے۔آپ اپنے دعوے کو دلائل کی رو سے ثابت کرکے مخالف پر حجت قائم کر دیتے تھے۔اسی لیے مسلمان علماء نے ان کی ذہانت کی داد دی ہے۔علامہ محمد بن علی الانصاری (م: 727ھ) فرماتے ہیں کہ :

"آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ابن تیمیہؒ نے کسی کے ساتھ مناظرہ کے دوران راہ فرار اختیار کی ہو[1]"۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن تیمیہؒ کی زبان پر انتہائی مؤثر عبارات جاری ہوتی تھیں اور آپ ایسے دلائل پیش کرتے تھے جن کے سامنے مخالف مبہوت ہو کر رہ جاتا تھا[2]۔

علامہ ابن عبد الهادی (م: 744ھ) لکھتے ہیں کہ علامہ ابن تیمیہؒ نے فلاسفہ، جہمیہ اور تمام اہل بدعت اور اہل ہوا کے ساتھ مناظرے کیے تھے اور ان میں سے کوئی بھی ان پر غالب نہیں آ سکا تھا۔ان میں سے بعض مناظرے انتہائی دقیق اور عجیب تھے جو ان کی کتب میں مذکور ہیں۔بعض مناظروں کا ذکر علامہ ابن تیمیہؒ نے خود نہیں کیا ہے البتہ ان کے معاصرین کی کتب میں ان کا کھوج لگایا جا سکتا ہے[3]۔

ابن تیمیہؒ کے ہاں مناظرے کی اہمیت

علامہ ابن تیمیہؒ نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مناظرے کی اہمیت کی وضاحت کی ہے۔اس ضمن میں انھوں نے سلف کا مؤقف بھی بیان کیا ہے۔امام موصوف کے مطابق حق کے احقاق کے لیے مناظرہ کرنا بعض اوقات واجب جب کہ کچھ حالات میں مستحب ہوتا ہے[4]۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ :

"اللہ تعالیٰ نے مناظرے اور مشاورت کی ترغیب دی ہے تاکہ دنیا و آخرت میں اس کا فائدہ ہو سکے۔اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو صحابہ کے بارے میں حکم دیا کہ ان سے مشاورت کیجیے[5]۔اسی طرح سیدھی راہ سے بھٹکنے والے کے ساتھ مجادلہ[6] اور مقاتلہ کا حکم بھی دیا گیا ہے۔اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ سلیم القلب لوگ حق کی جانب گامزن ہوتے ہیں۔اسی لیے سابقہ علماء اور آئمہ نے نفس پرستوں کے ساتھ مجادلے کیے تھے تاکہ ان کو اسلام کی جانب واپس لایا جا سکے۔ان میں ابن عباس کا وہ مجادلہ معروف ہے جو انھوں نے خوارج کے ساتھ کیا تھا۔اس کے بدلے میں خارجیوں کی ایک بڑی تعداد دین کی جانب واپس آئی تھی۔یہ وہ لوگ تھے جن کے دلوں میں یقینی امور کے بارے میں شکوک تھے اور مناظرے کے ذریعے یہ شکوک دور ہو گئے تھے[7]۔

مناظرے کی مشروعیت

ابن تیمیہؒ بیان کرتے ہیں کہ مناظرہ کرنے والے افراد کے دو طبقات ہیں۔

- پہلا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو حق کو جانتے ہیں۔
- دوسرا طبقہ ایسے افراد پر مشتمل ہے جو حق کی تلاش میں سرگرداں ہوتے ہیں۔

امام موصوف کے مطابق پہلے طبقے کے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ دلائل کی مدد سے ہدایت کے طالبین کے سامنے حقیقت کو ثابت کریں۔اگر ان کے سامنے ایسا طبقہ ہو جو اپنے آپ کو دلائل کی رو سے برحق سمجھتا ہے تو اس صورت میں پہلے طبقے کا فرض ہے کہ وہ مخالف گروہ کے دلائل کے مسکت جوابات پیش کرے اور ان کے لیے ہدایت کا راستہ واضح کرے۔اگر کوئی ہٹ دھرم شخص مناظرہ کرنے کے لیے آگے آئے اور اس کا مقصد محض نام و شہرت کمانے کے لیے علماء کے سامنے بیٹھنا اور اپنی علمیت کو ثابت کرنا ہو تو برحق علماء کو چاہیے کہ وہ اس کے ساتھ بھی مناظرہ کریں۔وہ ہٹ دھرمی کی بنا پر شاید اپنے مؤقف سے رجوع نہیں کرے گا لیکن اس مناظرے کے سبب دیگر افراد پر اس کے دلائل کی قلعی کھل جائے گی۔اسی طرح اگر کسی شخص کے پاس علم قلیل ہو، وہ ذہنی طور پر کمزور ہو اور اس پر حق و باطل کا التباس ہو چکا ہو تو علماء کو چاہیے کہ وہ اس کے ساتھ بھی مناظرہ کریں کیونکہ اس سے اس شخص کو دو طرح کا فائدہ حاصل ہوگا:

1. پہلا یہ کہ اپنے اس یقین پر کہ میں حق پر ہوں، اس کی سوچ متزلزل ہو جائے گی۔
2. دوسرا یہ کہ وہ حق کی طلب میں نکل کھڑا ہوگا[8]۔

اسی طرح علامہ ابن تیمیہؒ نے کفار کے ساتھ جدال اور قتال دونوں پر تاکید کرتے ہوئے ان کی مقصدیت اور افادیت واضح کی ہے۔ان کا مؤقف ہے کہ غیر مسلموں کے خلاف زبان سے مجادلہ شروع سے جاری ہے اور ہمیشہ چلتا رہے گا اگر کفار کے ساتھ قوت کے ساتھ جہاد کرنا مشروع ہے تو پھر زبان کے ساتھ بالاولیٰ مشروع ہے۔اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے حکم صادر فرمایا تھا کہ مشرکین کے ساتھ اپنے ہاتھوں، زبانوں اور اموال کے ساتھ جہاد کرو[9]۔خود نبی اکرم ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو اپنے منبر مبارک پر بٹھا کر مشرکین کے ہجو کا جواب دینے کا حکم دیتے تھے۔حالانکہ اس وقت قتال کی آیات نازل ہو چکی تھیں[10]۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے مخالفین کے ساتھ مناظرے کرنے اور ان کے شبہات کو رفع کرنے کو علم کی دنیا میں بہترین امور میں شمار کیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ وہ اس کو مسلمان علماء کے اہم ترین فرائض میں بھی شمار کرتے ہیں۔امام موصوف فرماتے ہیں کہ:

"ہر وہ (صاحب علم) شخص جو اہل الحاد اور اہل بدعت کے ساتھ مناظرہ کر کے ان کی جڑ نہیں کاٹتا، اس نے اسلام کا حق ادا نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس نے علم اور ایمان کے ساتھ وفاداری کی ہے۔اس کی گفتگو سے نہ تو کسی کے دل کو شفا ملتی ہے اور نہ ہی انسانوں کو علم اور ایمان کے اعتبار سے اطمنیان حاصل ہوتا ہے[11]"۔

حاصل کلام یہ کہ علامہ ابن تیمیہؒ کے مطابق مناظرہ کرنا شرعی اعتبار سے بعض صورتوں میں ایک جائز جب کہ بعض صورتوں میں واجب عمل ہے۔

یہاں ابن قیم رحمہ اللہ کا یہ مؤقف پیش کرنا بھی مفید ہوگا کہ وفد نجران کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے تعامل سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ مناظرہ و مجادلہ کرنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔یہ اس وقت واجب ہو جاتا ہے جب مخالفین کے اسلام میں داخل ہونے کے امکانات ظاہر ہو چکے ہوں اور ان پر حجت قائم کرنا ضروری ہو[12]۔

مناظرے کی ممانعت کی توضیح

علامہ ابن تیمیہؒ یقیناً اس امر سے آگاہ تھے کہ سلف میں سے بعض نے مناظرے کو ناپسند کیا تھا۔ ان کے مؤقف کی توضیح پیش کرتے ہوئے امام موصوف فرماتے ہیں کہ سلف نے ہر قسم کے مناظرے کو ممنوع نہیں قرار دیا ہے بلکہ ان کی طرف سے مروی ممانعت مخصوص صورتوں کے ساتھ مشروط ہے۔ ان کے مطابق جب مخالف مناظر کم علم ہو اور حجت کے قائم ہونے پر بھی اس کا شبہ زائل نہ ہو تو پھر اس کے ساتھ مناظرہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے اس کے راہ ہدایت پر آنے سے زیادہ مزید گمراہ ہونے کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح ایسے شخص سے بھی مناظرہ کرنے کی ممانعت ہے جو متعصب ہو اور سوفسطائی مزاج کا حامل ہو۔ ایسے شخص کے ساتھ بھی مناظرہ نہیں کرنا چاہیے جو حق کو جاننے کے باوجود اس کو قبول نہ کرتا ہو۔ اس مناظرے کا کوئی بہتر نتیجہ سامنے نہیں آتا ہے۔ اس طرح کا انسان اگر کسی دماغی بیماری میں مبتلا ہو اور اس میں نفسیاتی مسائل ہوئے جاتے ہوں تو اس کی بیماری کا علاج کیا جائے گا۔ اگر وہ کم علمی کی بنیاد پر محض اپنی انا کو بچانے کے لیے تعصب کا مظاہرہ کرے تو اس کے ساتھ مناظرے کو ترک کر دیا جائے گا۔ اگر وہ سزا کا حق دار ہو تو پھر اس کے عمل کی شدت کے مطابق اس کو سزا دی جائے گی[13]۔

دلائل کی نوعیت

امام ابن تیمیہؒ کا مؤقف ہے کہ جب اہل سنت کا کوئی عالم ان لوگوں میں موجود ہو جو بدعت کے مرتکبین ہیں۔ وہ اس شخص کو بدعت کے ارتکاب کے لیے قائل کرنے کی کوشش کریں تو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ مخالف طبقے سے قرآن اور سنت میں سے دلیل طلب کرے۔ ان کے رد کے لیے خود بھی جو دلیل پیش کرے وہ قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ سے ماخوذ ہو۔ یہ مطلقاً واجب کام ہے[14]۔

اگر مناظر کا سامنا کسی ایسے فرد کے ساتھ ہو جائے جو نصوص کو عقل سے متعارض و متضاد ثابت کرنے کی کوشش میں ہو تو اس صورت میں اس کے شبہات کو حل کرنا اور اس کے دعاوی کا بطلان کرنا لازم ہوتا ہے۔ اگر مخالف نصوص کے مخصوص الفاظ کو پیش کرے تو یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ وہ مجمل الفاظ کی مدد سے حق کو سامنے لانے کا متمنی ہے یا باطل کی تائید کرنے کی کوشش میں ہے۔ اگر وہ احقاقِ حق کی جانب گامزن ہو تو اس کے منہج کی ستائش کی جائے گی، بصورت دیگر اس کا بھی رد کیا جائے گا[15]۔

علامہ ابن تیمیہؒ کی مناظرانہ سرگرمیاں

علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی تصانیف میں مسیحیوں کے ساتھ اپنے بعض مناظروں کی روداد اپنی تصنیفات میں پیش کر رکھی ہے۔ ذیل میں ان کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

(1) اہل کلیسا کی مشرکانہ سرگرمیوں پر مناظرہ

اس ضمن میں پہلا مناظرہ وہ ہے جو مصر کے دورے کے دوران منعقد ہوا تھا۔ اس وقت ابن تیمیہؒ مناظرے میں تنہا تھے یا ان کے ساتھ دیگر علماء بھی تھے، اس بارے میں انھوں نے کوئی صراحت نہیں کی ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ جب میں قاہرہ گیا، عیسائیوں کے متعدد راہب میرے پاس جمع ہوئے اور انھوں نے میرے ساتھ مسیح علیہ

السلام کے مقام و مرتبے اور عیسائیت کے دیگر امور پر مناظرہ کیا تھا۔اس مناظرے میں میری جانب سے اس پہلو کے مفاسد پیش کیے گئے اور میں نے دلائل کے ساتھ ان کے تمام دعاوی کے جوابات پیش کیے تھے۔ابن تیمیہؒ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مناظرے کا مرکزی خیال یہ تھا کہ آیا مسیحیوں کو مشرکین میں شمار کیا جائے یا نہیں۔

اس ضمن میں امام موصوف کی پیش کردہ تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ :

- میں نے ان عیسائیوں سے کہا کہ تم لوگ مشرک ہو کیونکہ تم مورتیوں اور قبروں کا اعتکاف کرتے ہوئے اور ان کی عبادت کرتے ہو اور ان سے استغاثہ کرتے ہو۔
- ان کے مناظر نے مجھے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہم نہ تو ان کی عبادت کرتے ہیں اور نہ ہی ان کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ہم تو محض ان سے وسیلہ پکڑتے ہیں۔ یہ کام مسلمانوں کے ہاں بھی رائج ہے۔ وہ بھی صالح لوگوں کی قبروں پر جا کر ان کی دیواروں اور کھڑکیوں کے ساتھ کھڑے ہو کر وسیلہ پکڑتے ہیں۔اگر وہ مشرک نہیں ہیں تو پھر ہم کیونکر مشرک ہو سکتے ہیں؟۔
- میں (ابن تیمیہؒ رحمہ اللہ) نے اس کے جواب میں کہا کہ مسلمانوں کا یہ عمل بھی شرک ہے اور اس کا مسلمانوں کے دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اگر بعض جاہل لوگ ایسا کرتے ہیں تو وہ شرک کا ارتکاب ہی کرتے ہیں۔وہاں موجود عیسائی علماء نے یہ سن کر کہا کہ اگر یہ بات ہے تو ہم بھی مشرک ہی ہیں[16]۔

مشرکین اور مسیحیوں کو ایک ہی طبقے میں شمار کرنے کے حوالے سے علامہ ابن تیمیہؒ نے پولس انطاکی کے "الرسالۃ" کے جواب میں "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" میں بھی تفصیل پیش کر رکھی ہے۔اس میں بھی امام صاحب نے عیسائیوں کی جانب سے اپنی توحید پرستی کے ضمن میں پیش کردہ دلائل کا مسکت جواب پیش کر رکھا ہے۔

(2) الوہیتِ مسیح کے موضوع پر مناظرہ

علامہ ابن تیمیہؒ نے ایک ایسے مناظرے کا ذکر بھی کر رکھا ہے جس کا موضوع مسیح علیہ السلام کی الوہیت اور ان میں خدا کے حلول کا مسیحی عقیدہ تھا۔ان کے بقول مسیحیوں کے ایک ایسے گروہ کے ساتھ میرا مناظرہ ہوا تھا جو یہ سمجھتا تھا کہ ان کے انبیاء اور احبار و رہبان کو اللہ تعالیٰ نے تخلیقی امور، قضائے حاجات، مسائل و مشکلات کے حل اور تقسیم رزق کے معاملے میں اختیار دے رکھا ہے۔مسلمانوں کے دین کے ساتھ ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مسیحیوں کے ہاں اس طرح کی باتیں حضرت مسیح علیہ السلام سے منسوب کی گئی ہیں اور وہ تجسیم و حلول کے بھی قائل ہیں۔انھوں نے ابراہیم، موسیٰ اور دیگر انبیاء علیھم السلام کے بارے میں ایسے عقائد کا اختراع نہیں کیا تھا۔ان عقائد کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی اور وہ جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے۔

چنانچہ میں نے عیسائی علماء سے مخاطب ہو کر کہا کہ :

1. موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑی نشانیوں اور معجزات کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا[17]۔اگر حلول ممکن ہوتا تو یہ محض مسیح علیہ السلام کے ساتھ ہی خاص نہ ہوتا بلکہ موسیٰ علیہ السلام اس کے زیادہ حق دار ہوتے۔

2. مسیح علیہ السلام کے ساتھ الوہیت کو منسوب کرکے تم جس درجے پر پہنچ چکے ہو اس درجے پر رہ کر مجھے بتاؤ کہ الہٰ مسیح اور انسان مسیح میں کون سا فرق باقی رہ گیا ہے؟

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ جب میں یہ سوالات پیش کیے تھے وہ مسیحی علماء میرے سوالات کے جواب نہیں دے سکے تھے[18]۔

اس مناظرے کی روداد سے محسوس ہوتا ہے کہ ابن تیمیہؒ کا مناظرہ ملکائی مسیحیت کے علماء کے ساتھ ہوا تھا کیونکہ مسلمان ممالک میں موجود یہی ایک طبقہ تھا جو مسیح علیہ السلام میں انسانی اور خدائی وجود کو تسلیم کرتا تھا۔

(3) ارباب مذہب سے استغاثہ کے موضوع پر مناظرہ

علامہ ابن تیمیہؒ کے شاگرد ابراہیم بن احمد الغیانی لکھتے ہیں کہ مصر میں قید کے دوران علامہ ابن تیمیہؒ کو 707ھ میں صیدون کے بعض عیسائی راہبوں کے ساتھ مناظرہ کرنے کا موقع ملا تھا۔اس وقت آپ "قاعة الترسیم" نامی قلعے میں قید میں تھے[19]۔اس مناظرے میں مذہبی ارباب سے استغاثہ کے موضوع کو پیش کیا گیا تھا جس پر علامہ ابن تیمیہؒ نے نہ صرف نقد پیش کیا بلکہ اپنے عقیدہ استغاثہ کے ضمن میں مسیحی علماء نے اسلام کو مورد الزام ٹھہرانے کی کوشش کی تو علامہ ابن تیمیہؒ نے اس منہج کی تنقیص کی تھی۔اس مناظرے کے بارے میں جو تفصیلات سامنے آئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

- علامہ ابن تیمیہؒ نے دلائل کی رو سے ثابت کیا کہ وہ عیسائی جس دین کے پیروکار تھے وہ مسیح علیہ السلام کا دین نہیں تھا۔ وہ کفر کے مرتکب ہو رہے تھے[20]۔
- علامہ ابن تیمیہؒ نے ان پر حجت قائم کی تو انھوں نے جواب میں کہا آپ مسلمان حضرت سیدہ نفیسہ[21] کے بارے میں جو عقیدہ رکھتے ہیں ہم لوگ وہی عقیدہ حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں رکھتے ہیں۔ ہمارا اور آپ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مریم اور مسیح علیہما السلام کو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور نفیسہ رضی اللہ عنہا پر افضیلت حاصل ہے۔جس طرح آپ لوگ سابقہ صالحین سے استغاثہ کرتے ہیں اسی طرح ہم بھی کرتے ہیں۔
- اس کے جواب میں علامہ ابن تیمیہؒ نے تفصیل کے ساتھ واضح کیا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں اور اس کے مطابق ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے ہیں۔ تم ہمارے بارے میں شبہ کا شکار ہو۔
- ہم انبیاء اور صالحین کی عزت اور تعظیم کرتے ہیں۔ان انبیاء میں نوح، صالح، ھود اور شعیب وغیرہ کا پیغام ہم نے مضبوطی سے تھام رکھا ہے کہ "اللہ کی عبادت کرو اور اس کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو[22]"۔

ابراہیم بن احمد الکیانی فرماتے ہیں کہ جب ان مسیحی علماء نے امام موصوف کی یہ گفتگو سنی تو کہنے لگے کہ آپ نے جس دین کا ذکر کیا ہے وہ ہمارے دین سے بہتر ہے[23]۔

(4) مسئلہ حلول کے موضوع پر مناظرہ

مسیح علیہ السلام کے بارے میں حلول کا عقیدہ مسیحیوں کا اہم ترین عقیدہ ہے۔اسی عقیدے کی بنا پر مسیح علیہ السلام کی الوہیت کو بھی تسلیم

کیا جاتا ہے اور پھر ان کو خدا کے رتبے پر سرفراز کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کا اس سے مکمل اختلاف ہے اور وہ خدا اور انسان کے حلول کے عقیدے کو اللہ تعالیٰ کی گستاخی اور کفر سے تعبیر کرتے ہیں۔اس ضمن میں علامہ ابن تیمیہؒ اور مسیحی علماء کے درمیان مناظرہ ہوا تھا جس کی تفصیلات کا اختصار یہ ہے کہ:

- پادریوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ جس طرح بدن میں روح کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح ناسوت میں لاہوت کا ظہور ہوا ہے۔
- علامہ ابن تیمیہؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ جب بدن کوئی تکلیف محسوس کرتا ہے تو روح بھی اس کو محسوس کرتی ہے۔ چنانچہ جب ناسوت کو سولی دی گئی اور اس کو اذیت و تکلیف سے دوچار کیا گیا تو لازماً اس صورت میں لاہوت کو بھی تکلیف سے گزرنا پڑا ہوگا۔
- جب علامہ ابن تیمیہؒ نے مذکورہ نکتہ پیش کیا تو ان سے کہا گیا کہ روح تو ایک بسیط چیز ہے۔اس کو الم نہیں پہنچتا ہے۔
- اس کے جواب میں علامہ ابن تیمیہؒ نے پوچھا کہ کفار کی روحوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ موت کے بعد ان کی روحوں کو انعامات سے نوازا جائے گا یا ان کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا؟۔
- پادری نے جواب دیا کہ ان کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔
- علامہ ابن تیمیہؒ نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح ایک الگ ہستی ہے جس کو اعمال صالحہ کے بدلے میں انعامات سے نوازا جاتا ہے اور برے اعمال کی بنا پر اس عذاب بھی ہوتا ہے۔اس لیے اگر مان لیا جائے کہ جس طرح روح بدن میں آتی ہے اسی طرح لاہوت بھی ناسوت میں آگیا تھا تو اس کے نتیجے میں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جس طرح روح کو عذاب اور ثواب دونوں پہنچتے ہیں اسی طرح لاہوت کو بھی ناسوت کی طرح رنج اور الم سے گزرنا پڑا تھا۔

مناظرہ کرنے والا وہ پادری اور اس کے ساتھی مان گئے کہ ابن تیمیہؒ کا مؤقف ناقابلِ رد ہے[24]۔

مسلم مسیحی مناظروں میں ابن تیمیہؒ کے اہم نکات

مناظروں کے علاوہ اپنی تصنیفات میں علامہ ابن تیمیہؒ نے مسیحیوں کے متعدد نظریات پر نقد پیش کیا ہے۔ان میں انھوں نے بعض مقامات پر اختصار جب کہ دیگر مقامات پر تفصیلات کے ذریعے عیسائیوں کے عقائد کے بارے میں نقلی و عقلی دلائل کی مدد سے تنقید کر رکھی ہے۔ان میں سے اہم نکات یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

نیقیہ کی کونسل میں مسیحی اکابرین نے یہ طے کیا تھا کہ مسیحیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا اکلوتا بیٹا اور خدا کی مانند سچا خدا اور خدا کی مانند آلہ تسلیم کیا جائے گا۔اس کونسل کی تفصیلات معروف ہیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اس عقیدے کی گہرائی میں جا کر عیسائیوں کے ہاں "کلمۃ اللہ" اور "کلام" کے تصور پر بحث کرتے ہوئے مسیح علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں کے عقیدہ ابنیت اور عقیدہ الوہیت کی منطقی اعتبار سے نفی کی ہے۔ان کا موقف ہے کہ فلسفہ یونان سے متاثر مسیحیوں کا خیال ہے کہ "کلمۃ اللہ" سے مراد خدا کا بولا ہوا" ہے۔ عیسائی جب یہ کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام اللہ کا "کلمہ" ہیں تو لامحالہ ان

کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مسیح علیہ السلام اللہ کی مخلوق ہیں۔ جب وہ اللہ کی مخلوق ہیں تو پھر وہ خود الہ یا خالق کیونکر ہو سکتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ مزید تصریح کے ساتھ واضح کرتے ہیں کہ ابنیت کے ساتھ ساتھ تثلیث کا عقیدہ بھی "کلمۃ" اور "کلام" کی رو سے ثابت کرنا درست نہیں ہے کیونکہ لفظ "اقنوم" مسیحیوں کے مذہبی مصادر میں سرے سے مذکور ہی نہیں ہے۔ یہ لفظ نہ تو حضرت مسیح علیہ السلام نے استعمال کیا ہے اور نہ ہی ان کے کسی حواری سے منقول ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس لفظ کا مفہوم بھی واضح نہیں ہے۔ مختلف مسیحی ماہرین، الٰہیات نے اس کے الگ الگ مفاہیم پیش کیے ہیں لہذا اس کی بنیاد پر کسی عقیدے یا کلامی بحث کی بنیاد ہی نہیں رکھی جاسکتی ہے[25]۔

عیسائیت میں تثلیث ایک پیچیدہ اور الجھا ہوا عقیدہ ہے اور عیسائی علماء اس کی الگ الگ توضیح پیش کرتے ہیں۔ اس ضمن یں مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ:

- عیسائیوں کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ ان تین میں سے ہر ایک بذات خود بھی ویسا ہی خدا ہے جیسا مجموعہ خدا ہے۔
- دوسرے گروہ کا مؤقف ہے کہ تینوں الگ الگ خدا تو ہیں لیکن ان تینوں کی حیثیت مجموعہ خدا کے برابر نہیں ہے۔
- تیسرا گروہ اس مؤقف کا حامل ہے کہ یہ تینوں الگ الگ خدا نہیں ہیں بلکہ ان تینوں کا مجموعہ خدا ہے[26]۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی تثلیث سے متعلق عیسائیوں کے باہمی اختلاف کی نشان دہی کی ہے[27]۔ اس عقیدے کو کفر اور شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔ انھوں نے عیسائیوں کے وہ تمام دلائل پیش کیے ہیں جن کی مدد سے تثلیث کو درست ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے بعد دلائل کا رد کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ:

- خود بائبل میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ خدا کی مانند کوئی بھی نہیں ہو سکتا ہے[28]۔
- اگر دو چیزوں میں مماثلت ہو تو وہ جزوی ہوتی ہے، کلی نہیں ہوتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کسی ایک پہلو پر دو چیزیں مماثل ہوں لیکن دوسرے پہلو پر وہی دو چیزیں ایک دوسرے سے متضاد ہوں۔
- بائبل میں ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے جس کی رو سے مسیح علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کلی طور پر ایک دوسرے جیسے ہوں بلکہ عام انسان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ اور مسیح علیہ السلام کی ہستیوں میں موجود تفاوت کو سمجھنا آسان ہے۔
- اگر دو ہستیوں کا ایک ہی نام رکھ دیا جائے تو بھی وہ کلی طور پر ایک جیسی نہیں ہو سکتی ہیں بلکہ ان کی جزوی موافقت اس کی وجہ تسمیہ بنتی ہے۔
- مسیحی بائبل کے جس فقرے کو مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے لیے پیش کرتے ہیں اس میں مسیح علیہ السلام کا نہیں بلکہ آدم علیہ السلام کا ذکر ہے[29]۔
- لہٰذا اگر الوہیت کا مستحق ٹھہرانا مقصد ہے تو آدم علیہ السلام اس کے بالاولیٰ مستحق ہیں[30]۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے جسم اور روح کے ایک ہونے کے تصور کی بنیاد پر عیسائیوں کے ہاں مقبول عقیدہ تجسید اور حلول کو بھی عقلی اور منطقی بنیادوں پر رد کیا ہے۔ ان کے ساتھ مکالمے میں مسیحی علماء نے تسلیم کیا تھا کہ روح رنج والم اور تکلیف و عذاب سے گزرتی ہے۔

اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر علامہ ابن تیمیہؒ نے ان سے یہ بھی تسلیم کروالیا کہ اس طرح یہ ماننا لازم آئے گا کہ جس طرح مسیح علیہ السلام تکلیف اور آزمائش کا شکار ہوئے تھے اس طرح (نعوذ باللہ) ان میں خدا کی تجسیم کے بعد خدا بھی انسانوں کی جانب سے پہنچنے والے گزند میں مبتلا ہوا تھا۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو کفر لازم آتا ہے[31]۔

اس ضمن میں علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم کا مؤقف ہے کہ متعدد ایسے مواقف ہیں جن کے بارے میں مناظرہ کرنا ممکن ہے لیکن نصاریٰ کا عقیدہ ان میں شامل ہی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ایسی باتیں گھڑ رکھی ہیں جن کے بارے میں ان کو خود بھی معلوم نہیں ہے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ وہ مطلقاً جاہل ہیں اس لیے ان کی باتیں باہم متناقض ہیں۔ اگر دس نصرانی کسی ایک نکتے کے بارے میں گفتگو کریں تو سب کا مؤقف الگ الگ ہوگا[32]۔

مسیحیوں کے ساتھ ابن تیمیہؒ کے مناظروں کے نتائج

ابن تیمیہؒ کے مناظرے اور مکالمے بے سود نہیں گئے تھے بلکہ ان کے نتیجے میں متعدد مسیحی افراد نے اسلام قبول کیا تھا۔ اسلام قبول کرنے والے ان افراد نے بعد میں اسلام کی تائید میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان میں سے ماہر طبیب "داؤد بن ابو الفرج دمشقی" کا ذکر ہے جس نے 701ھ میں علامہ ابن تیمیہؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور "کتاب الطب النبوی" تصنیف کی تھی۔ داؤد کی وفات 738ھ تک ہوئی اور وہ تادمِ آخر اسلام پر نہ صرف قائم رہے بلکہ اس کی تبلیغ میں بھی مصروفِ عمل رہے تھے[33]۔

علامہ ابن تیمیہؒ کے مذکورہ مناظروں سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اصل اسلامی تعلیمات سے اغماض کر چکی تھی۔ اس میں بدعت اور شرک سے متعلقہ سرگرمیاں مروج ہو چکی تھیں اور ان سے ہی استدلال کرتے ہوئے مسیحی مناظرین نے علامہ ابن تیمیہؒ کو لاجواب کرنے کی کوشش کی تھی لیکن علامہ ابن تیمیہؒ ایک راسخ العقیدہ اور صاحب علم انسان تھے اس لیے انھوں نے ان بدعات اور کفریات کی بیخ کنی کرنے میں قرآن اور سنت سے استدلال کیا اور مسلمانوں میں موجود گمراہ افراد کے اعمال کو بھی تنقید کا ہدف بنایا تھا۔

اس ضمن میں مسلمانوں میں اپنے بزرگوں کے لیے پایا جانے والا وہ غلو جو ان میں مسیحیوں کی طرف سے وارد ہوا ہے، ابن تیمیہؒ کی تنقید کا ہدف ہے۔ امام موصوف نے واضح کیا ہے کہ ایسا غلو جس میں بزرگوں کو اللہ کے ہاں سفارشی ہستیوں کے طور پر تسلیم کیا جائے، اسلام میں حرام ہے خواہ وہ اہل سنت ہونے کے دعوے دار مسلمانوں میں پایا جائے یا اہل تشیع میں[34]۔

امام ابن قیم فرماتے ہیں کہ ہم نے متعدد اہل کتاب کے ساتھ مکالمہ کر کے ان کو اسلام کی جانب گامزن کرنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ وہ اپنی عقائد پر اس لیے بھی مطمئن ہیں کہ ان کے مطابق مسلمان بھی انہی عقائد کے حامل ہیں جو عیسائیوں کے ہاں مروج ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں میں یہ بدعات اور شرکیہ اعمال جاہلوں میں روبہ عمل ہیں۔ ان کو شریعت کے ساتھ نسبت دینا بالکل غلط ہے[35]۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے ان مکالموں سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ عیسائیوں میں ایسے افراد موجود ہیں جو مسلمانوں میں جاہلیت اور بدعات کے پھیلنے پر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ عام مسلمانوں کو عیسائی راہبوں کی مانند اور مسلمان علماء کو عیسائی پادریوں کی مانند بنا دیا جائے۔ ان کے عقل مند علماء اسلام کی صحت کے منکر نہیں ہیں بلکہ ان کا مؤقف ہے کہ اسلام اور مسیحیت دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی

طرف لے جانے والے مذاہب ہیں[36]۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی تصنیفات میں متعدد مقامات پر یہ ثابت کیا ہے کہ عیسائیوں کے ساتھ مسلمانوں کے اصولی اختلافات ہیں۔ ان اختلافات کا تعلق اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے اور صرف اس کی عبادت کرنے سے ہے۔ اس لیے مسلمانوں اور عیسائیوں میں اس مسئلہ کے حل کے بغیر کسی قسم کی مذہبی ہم آہنگی پیدا نہیں ہو سکتی ہے[37]۔

اس اصولی اختلاف کے علاوہ ادیان میں موجود امور شرعیہ میں واقع ہونے والے اختلافات کو ابن تیمیہؒ اس اعتبار سے اہمیت نہیں دیتے کہ ان کے مطابق یہ اختلاف تنوع سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دین کو اساسی لحاظ سے توحید کی تعلیمات سے معمور کیا ہے۔ ان کے مابین موافقات بھی موجود ہیں۔ مثلاً سامی ادیان میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کو اصلاح کے لیے مبعوث فرمایا تھا۔ ان کی تعلیمات کے مطابق عدل کا قیام واجب ہے، ظلم، فواحش اور شرک حرام ہے۔ اس قبیل سے مماثل دیگر امور بھی ممنوع ہیں[38]۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے عیسائیوں کے ساتھ تعامل اور مکالمے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں پر یہ بھی واضح کیا ہے کہ اسلام اور نصرانیت اصل میں اسلام اور کفر ہے۔ نصرانیوں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات اس نوعیت کے نہیں ہو سکتے ہیں جس طرح مسلمانوں کے مذاہب اربعہ کے آپس میں تعلقات ہیں۔ انسان کی ہدایت اور فوز و فلاح کے لیے اسلام کے علاوہ دنیا کا کوئی دین بھی برحق نہیں ہے۔ اسلام اور شریعتِ محمدی ﷺ کے علاوہ اگر کسی انسان نے کوئی اور دین منتخب کیا تو اس سے اس کی نجات نہیں ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی مسلمان ہونے کے باوجود اس عقیدے کا حامل ہو کہ نصرانی بھی برحق ہیں تو وہ قرآن مجید کے بعض حصوں پر تو ایمان رکھتا ہے لیکن بعض حصوں کا کفر کرتا ہے[39]۔

خلاصہ ونتائج

مذکور بالا تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ:

- علامہ ابن تیمیہؒ کے مطابق کسی فرد یا گروہ کے ہاں پائے جانے والے باطل عقائد کی اصلاح کے لیے مناظرہ کرنا ایک شرعی فریضہ ہے۔
- علامہ ابن تیمیہؒ نے مسیحیوں کے عقائد کی اصلاح کے لیے اپنی زندگی میں بعض مناظرے کیے تھے جن میں مسیحیوں کا عقیدہ حلول، عقیدہ تجسیم، عقیدہ تجسید تثلیث اور عقیدہ مصلوبیت زیر بحث تھے۔
- مسیحی مناظرین نے بعض مسلمان مکاتب فکر میں پائی جانے والی بدعات کو اپنے متدلات کے طور پر پیش کیا لیکن امام موصوف نے یہ کہہ کر ان کو رد کر دیا کہ یہ قرآن و سنت سے ثابت نہیں ہیں اس لیے ان پر عمل پیرا مسلمان بھی گمراہ ہیں۔
- علامہ ابن تیمیہؒ کے مطابق مسیحی اور مشرکین برابر ہیں۔
- ابن تیمیہؒ کی تصانیف میں مسیحی عقائد پر تنقید ملتی ہے۔ اس میں علامہ ابن تیمیہؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ مسیحیوں کے ہاں اپنے عقائد کی توضیح میں بے شمار داخلی تضادات پائے جاتے ہیں۔

حوالہ جات

1 ابن عبد الھادی، العقود الدریۃ، مطبعۃ المدنی، القاہرہ، (س۔ن) ص 7، ص 67

2 تاریخ الاسلام للذہبی، بحوالہ الجامع لسیرۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ص 206

3 ابو الہادی، العقود الدریہ، مطبعۃ المدنی، قاہرۃ، (س۔ن) ص 67

4 احمد بن حجر عسقلانی، الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنہ، دار الکتب الحدیثیہ، مصر (س۔ن)، ج 3، ص 421۔

محمد بن علی الشوکانی، البدر الطالع، دار المعرفۃ، بیروت، ج 2، ص 108

5 الشوریٰ: 38

6 النحل: 125۔ العنکبوت: 46

7 ابن تیمیہ، تنبیہ الرجل العاقل علی تمویۃ الجدل الباطل، دار عالم الفوائد، مکۃ (1425ھ)، ج 1، ص 4، 3

8 ابن تیمیہ، درء تعارض العقل والنقل، مطبوعات جامعۃ الامام محمد بن سعود، الریاض، (1399ھ)، ج 7، ص 167، 168

9 سنن ابو داؤد، ح: 2504

10 ابن تیمیہ، الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، مطبعۃ المدنی، القاہرہ، طبع دوم، ج 1، ص 74

11 الدرء، ج 1، ص 357۔

ابن تیمیہ، التسعینیۃ، مکتبۃ المعارف، الریاض، (1420ھ)، ج 1، ص 232

12 ابن قیم، زاد المعاد، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، (1406)، ج 3، ص 639

13 الدرء، ج 7، ص 173

14 الدرء، ج 1، ص 234

15 الدرء، ج 1، ص 238

16 ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، مجمع الملک فھد للطباعۃ المصحف الشریف، المدینۃ، (1416ھ)، ج 27، ص 461، 462

وسیلہ سے متعلق ابن تیمیہ کی آراء کی تفصیل کے لیے دیکھیے: ابن تیمیہ، کتاب الوسیلہ، اردو مترجم: ضیغم انصاری، اسلامی اکادمی، لاہور، (س۔ن)

17 موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے لیے دیکھیے:

(1) عصا کا اژدھا میں تبدیل ہو جانا۔ (طہٰ: 20) (خروج، باب 4، فقرہ 3 تا 4۔ باب 7، فقرہ 8 تا 12)

(2) ید بیضا۔ (طہٰ: 22) (خروج، باب 4، فقرہ 6 تا 7)

(3) تباہ کن طوفان۔ (الاعراف: 133)

(4) ٹڈی دل کا فصلوں اور درختوں پر حملہ (الاعراف: 133) (خروج، باب 10، فقرہ 1 تا 20)

(5) درختوں اور فصلوں پر جوؤں کی آفت۔ (الاعراف: 133) (خروج، باب 8، فقرہ 16 تا 19)

(6) نیل سے مینڈکوں کی بہتات کا نکل کر آل فرعون کی زندگیاں اجیرن کر دینا۔ (الاعراف: 133) (خروج، باب 8، فقرہ 1 تا 15)

(7) خون اور سرخ رنگ کی بہتات کی مصیبت۔(الاعراف:133)(خروج، باب4، فقرہ9۔ باب7 فقرہ14تا25)(خروج، باب14، فقرہ1 تا13)

(8) آل فرعون پر قحط سالی۔(الاعراف:130)

(9) سمندر کا پھٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہونا۔(البقرہ:50) (خروج، باب14، فقرہ1تا13)

(10) من وسلویٰ کا نزول۔(البقرہ:57)(گنتی، باب11، فقرہ1تا19)(خروج، باب16، فقرہ8تا13)

(11) پتھر سے بارہ چشموں کا پھوٹنا۔(البقرہ:40)(خروج، باب17، فقرہ1تا7)(گنتی، باب20، فقرہ7تا13)

(12) پہاڑ کے ایک حصے کا الگ ہو کر بنی اسرائیل پر سایہ فگن ہونا۔(الاعراف:171)

(13) مردے کا زندہ ہو کر اپنے قاتل کی خبر دینا۔(البقرہ:73)

(14) بیاباں میں بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ۔(البقرہ:57)

عہد نامہ عتیق میں موسیٰ علیہ السلام کے کچھ اضافی معجزات کا ذکر بھی موجود ہے۔

[18] ابن تیمیہ، الرد علی البکری، الدار العلمیۃ، دہلی، (1405ھ)، ص327۔

مجموع الفتاویٰ، ج15، ص228

[19] مجموع الفتاویٰ، ج35، ص399

[20] غالباً ابن تیمیہ کے مطابق اس تکفیر کا سبب عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث اور عقیدہ الوہیت مسیح تھا۔ المائدہ:74،72

[21] نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہا ایک انتہائی صالحہ اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ پہلے یہ مدینہ میں رہیں اور اس کے بعد مصر تشریف لے آئیں۔ 208ھ میں ان کا انتقال ہوا تھا۔

[22] نوح:3

[23] محمد عزیز شمس، علی عمران، الجامع لسیرۃ ابن تیمیہ، دار عالم الفوائد، مکۃ، (1420ھ)، ص90،89۔

مجموع الفتاویٰ، ج1، ص380، 381

[24] ابن تیمیہ، الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، المطبع المدنی، قاہرۃ، (س۔ن) ج2، ص172

[25] الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ج3، ص200

[26] مفتی محمد تقی عثمانی، عیسائیت کیا ہے، دار الاشاعت، کراچی، ص12، 13

[27] الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، جلد4، صفحہ 466

[28] یسعیاہ، باب40، آیت18

[29] پیدائش باب3، فقرہ22

[30] الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، جلد3، صفحہ 450

[31] ابن حزم فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ تثلیث کو قرآن مجید میں کفر نہ قرار دیتا(المائدہ:73) تو ہم اس بات کو عقلی طور پر تسلیم ہی نہیں کر سکتے تھے کہ دنیا میں کوئی قوم تین خداؤں پر ایمان رکھتی ہے۔(ابن حزم، الفصل فی الملل والاھواء والنحل، شرکۃ عکاظ، جدۃ، (1402ھ)، ج1، ص111، 112)

32 الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ج2، ص155

33 ابن عبد الہادی، الجوہر المنضد فی طبقات مراخری اصحاب احمد، مکتبۃ الخانجی، القاہرہ، (1807ھ)، ص38

34 ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویۃ، جامع الامام محمد بن سعود، الریاض، (1406ھ)، ج1، ص483

35 ابن قیم، اغاثۃ اللھفان، المکتب الاسلامی، بیروت، (1407ھ)، ج2، ص416

36 مجموع الفتاویٰ، ج17، ص462

37 الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ج1، ص11، 376۔ مجموع الفتاویٰ، ج19، ص106۔

ابن تیمیہ، اقتضاء الصراط المستقیم، مکتبۃ الرشد، الریاض، (1404ھ)، ج2، ص831

38 الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ج1، ص376، 377

39 المجموع الفتاویٰ، ج17، ص463، ج28، ص524، 523۔

ابن تیمیہ، الرد علی المنطقین، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، (1396ھ)، ص282